© rasailojaraid.com

# عالم اسلام کی تجدیدی اور اصلاحی تحریکات
## اپنے سیاسی اور اجتماعی پس منظر میں

محمود احمد غازی

(۱)

اسلام ایک ایسا دین ہے جو فکر و عقیدہ سے زیادہ عمل اور کردار پر زور دیتا ہے، اس کی تعلیمات سیدھی سادھی، واضح اور عام فہم ہیں ۔ ان میں عقلی کاوشوں اور فلسفیانہ موشگافیوں کے لئے کچھ زیادہ گنجائش نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام دنیائے انسانیت کی تاریخ کا وہ واحد عملی نظام زندگی ہے جو حیات انسانی کے جملہ انفرادی و اجتماعی پہلوؤں پر حاوی ہونے کے ساتھ ساتھ فطرت اور عملیت (Practicability) کے تقاضوں پر بھی پورا اترتا ہے ۔ اسلام جس قسم کی ہئیت اجتماعیہ قائم کرتا ہے وہ تمام تر ان ہی اصولوں پر مبنی ہے، طبیعت انسانی جن کا شعوری اور لاشعوری طور پر تقاضا کرتی ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد، قریبی ادوار میں مسلمانوں کی زبردست اور بے مثال سیاسی، معاشی، فکری اور تمدنی ترقیوں کی اصل وجہ یہی تھی کہ ان کا راستہ سیدھا، واضح اور متعین تھا، اس میں کسی قسم کے ابہام و ایہام یا شک و شبہ کا کوئی شائبہ تک نہ تھا، ان کو اپنے نصب العین پر کامل ایمان تھا، وہ اسلامی تعلیمات سے واقف تھے، وہ اسلامی تعلیمات و احکام پر اس لئے عمل کرتے تھے کہ خود ان کی خوبیوں اور خصوصیات و ممیزات کا علی وجہ البصیرت علم رکھتے تھے، اسلامی تعلیمات پر ان کا یقین محکم اور عمل پیہم کسی جبر و اکراہ اور اسلامی ہئیت اجتماعیہ میں ان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مولیت کسی زور و زبردستی کا نتیجہ نہ تھی بلکہ اس کا اصل محرک ان کی
ی دلی آرزوئیں اور قلبی خواہشات تھیں، ان کے اس عمل میں کسی پیر،
رشد یا امام کی تقلید اور پیروی کو کوئی دخل نہ تھا، وہ صرف ایک ہی
رشد، ایک ہی امام، اور ایک ہی مقتدا، کے پیروکار تھے اور اس اتحاد فکر و عمل
نے ان میں ہر پہلو سے حیرت انگیز اتحاد اور بے نظیر یک رنگی کو جنم دے
یا تھا۔

اسلام نے دنیا کو جس نئے نظام زندگی سے آشنا کیا تھا وہ اپنی صورت میں
لوہ گر ہوچکا تھا، مسلمانوں کی انفرادی اور عائلی زندگی سے لے کر ان کی
یاسی تنظیم، ان کا حکومتی نظم و نسق، ان کا عدالتی نظام، ان کے عسکری
نظامات، ان کے ضوابط قانون اور ان کی اقتصادی و معاشی سرگرمیاں تمام تر
کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سانچے میں ڈھل چکی
ہیں، ان کی تہذیبی عمارت کی بنیادیں توحید، رسالت اور ایمان بالآخرت کے
صول سہ گانہ پر قائم تھیں، ان کا نظام اخلاق عدل و قسط، اخوت اسلامیہ
ر تخلق باخلاق اللہ سے عبارت تھا، ان کا نظام معیشت و معاشرت صحیح معنوں
ں مساوات محمدی کا آئینہ دار تھا۔

جب تک یہ صورت حال قائم رہی مسلمان نہ صرف سیاسی طور پر دنیا
کے حاکم اور مقتدا رہے، بلکہ نظری اور عملی ہر دو اعتبار سے شہادت حق،
امت عالم اور خلافت ارضی کے اعلیٰ ترین فرائض بھی انجام دیتے رہے۔
مدن آفرینی اور تخلیق آئین جہانداری میں ان کا کوئی مثیل نہ تھا، نظم و
بط اور اصول کی پابندی ان کا طرہ امتیاز تھا، روئے زمین پر بہتر سے بہتر جس
ظام معاشرہ کا تصور کیا جاسکتا ہے اس میں وہ زندگی بسر کرتے تھے۔

لیکن مرور ایام کے ساتھ ساتھ گوناگوں مصائب کے بے پناہ ہجوم نے
سلمانوں کو ان تمام خوبیوں سے خالی کرکے ان میں مختلف کمزوریوں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



برائیوں کے بیج بونے شروع کردئیے، آپس کے بیجا اختلافات، غیروں کی سازشوں اور یورشوں، اپنوں ہی کے برپا کئے ہوئے ہنگاموں، شورشوں اور دوستوں کے بے وفائیوں اور بدعہدیوں نے ان ننھے بیجوں کو تناور درخت میں تبدیل کرڈالا ۔ چوتھی صدی ہجری آتے آتے یہ کیفیت ہوگئی کہ مسلمانوں کی سیاسی مرکزیت سخت انتشار کا شکار ہوگئی، خلافت جیسے عظیم اور مرکزی ادارے کے متعدد دعویدار پیدا ہوگئے، خود مختار سلطنتوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا، یونانی، ایرانی اور ہندی فلسفوں اور تصورات کے استیلاء اور یہودیوں کی خود ساختہ مذہبی داستانوں کے رواج نے اسلامی فکر کے چشمۂ صافی کو گدلا کرڈالا، فقہ کے جزئی اختلافات کو اس قدر شدید سے شدید تر کیا گیا کہ ان کو دینی اختلاف سے زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی، موقع پرست قصہ گوؤں اور تنوع پسند واعظوں نے واہی تباہی قصوں اور خرافات کو تاریخ اور روایات کے نام سے سیدھے سادے مسلمانوں میں پھیلا دیا۔

فطرت کا یہ ایک عام اصول ہے کہ قوم کی ہر اخلاقی اور اجتماعی کیفیت کا اثر اس کی سیاسی صورت حال پر پڑتا ہے، اسی طرح کسی قوم کی سیاسی صورت حال اس کی اخلاقی اور اجتماعی کیفیت پر بھی لازماً اثر انداز ہوتی ہے۔ مسلمان اس کلیہ سے کچھ مستثنیٰ نہ تھے اور ہو بھی کیسے سکتے تھے، اس لئے کہ فطرت کائنات دراصل اللہ تعالی کی سنت کا دوسرا نام ہے ولن تجد لسنة اللہ تبدیلا . . ولن تجد لسنة اللہ تحویلا (اور تم اللہ تعالی کی سنت میں ہر گز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے . . . اور تم اللہ تعالی کی سنت میں ہر گز کوئی تغیر نہیں پاؤ گے)(۱) مسلمانوں کے اخلاقی اور اجتماعی انتشار کے ساتھ ساتھ فطرت کائنات کا یہ ابدی اصول بھی کارفرما رہا اور آخر کار وقعت الواقعة ! وہ حادثہ فاجعہ رونما ہوا جس نے مسلمانوں کو من حیث القوم دنیا سے ختم کردینے میں

---

(۱) القرآن : فاطر ۴۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کم از کم اپنی طرف سے تو کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، یعنی ہولاکو خان چنگیزی تاتار کے ہاتھوں بغداد تباہ و برباد ہوا، ادارۂ خلافت کی سیاسی حیثیت کا زوال جو معتصم عباسی (م ۲۲۷ھ) کے بعد ہی سے شروع ہوچکا تھا اپنی انتہا کو پہنچا، اور امیر المومنین مستعصم باللہ کو نہایت بے دردی اور توہین آمیز طریقے کے ساتھ قتل کردیا گیا۔ (سنہ ٦٥٦) اسی قیامت سے متاثر ہوکر شیخ سعدی (م ٦٩١ھ) نے کہا تھا:

آسماں را حق بود گر خون ببارد بر زمیں
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین
دیدہ اے کہ دیدی شوکت بیت الحرام
قیصران روم سر بر خاک و خاقان بر زمیں
خون فرزندان عم مصطفیٰ شد ریختہ،
ہم بر آں جائیکہ سلطانان نہادندے جبیں
ای محمد گر قیامت سر برون آری ز خاک
سر بروں آر وایں قیامت را میان خلق بیں (۲)

اس درد ناک اور تباہ کن صدمہ نے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور ان میں دوبارہ اٹھ کھڑے ہونے کا ولولہ بیدار ہوگیا۔ جلد ہی متعدد اصلاحی اور تجدیدی تحریکات انفرادی اور اجتماعی طور پر شروع کی گئیں جن کے ذریعہ احیائے اسلام اور مسلمانوں کی نشأت ثانیہ کے عظیم الشان مشن کی ابتدا ہو گئی۔ انفرادی سطح پر شیخ الاسلام علامہ احمد ابن تیمیۃ الحرانی (متوفی ۷۲۸ھ) حافظ ابن قیم الجوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ)، علامہ ابن رجب (م ۷۹۵ھ)، حافظ شمس الدین الذہبی (م ۷۴۸ھ)، مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی (متوفی ۶۷۲ھ)، شیخ محمد بن یوسف بن عمرو بن شعیب السنوسی (م

---

(۲) سعدی شیرازی: کلیات سعدی، مطبوعہ کتاب خانہ ابن سینا تہران، حصہ قصائد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۸۹۵ھ) شیخ نصیر الدین چراغ دھلی (م ۷۵۷ھ)، مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری (متوفی ۷۸۲ھ) اور شیخ احمد سرھندی فاروقی مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) کے علاوہ بہت سے دوسرے اکابر نے اس مقدس کام کا بیڑہ اٹھایا۔ دوسری طرف بعض جماعتی تحریکات بھی شروع ہوئیں جنہوں نے منظم ہوکر احیاء اسلام کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ ان تحریکات میں سطح مرتفع اناضولو (Anatolia موجودہ ترکی کا ایشیائی حصہ) کی اخی تحریک کا نام قابل ذکر ہے۔ ساتویں اور آٹھویں صدی ھجری کی اس نیم فوجی نیم صوفی دینی اسلامی تحریک نے ترک مسلمانوں کو متحد کرنے اور ان میں روح جہاد کو بیدار کرکے ان کو اقامت دین کے عظیم مقصد کے لئے تیار کرنے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ خانوادہ عثمانی کے اولین دو فرمانروا سلطان عثمان خان اول (جس کے نام سے یہ خانوادہ منسوب ہے) اور سلطان اورخان بھی اس تحریک سے متاثرین میں تھے، بلکہ سلطان عثمان خان کو تو بعض مؤرخین نے اس تحریک کا باقاعدہ رکن بھی بتایا ہے(۳)۔ اس تحریک کے متعلقین خود بھی دین کی حفاظت اور بقاء کے لئے عملاً جہاد میں حصہ لیا کرتے تھے۔ جن جن علاقوں میں مسلمانوں کی سیاسی قوت کے زوال کے نتیجہ میں افرا تفری پھیل جاتی وھاں یہ لوگ عارضی طور پر حکومتی نظم و نسق بھی قائم کر لیتے تھے اور آپس میں ھی سے کسی ایک شخص کو وقتی طور پر امیر منتخب کر لیتے تھے۔ مستقل طور پر حکومتیں قائم کرنا اور ان کو چلانا اس تحریک کے منصوبہ میں شامل نہ تھا۔(۴)

مسلمان راھنماؤں کی یہ مخلصانہ کوششیں جلد ھی رنگ لائیں اور جلد ھی متعدد مضبوط و مستحکم حکومتیں بلاد اسلامیہ میں قائم ھوگئیں۔ اس سلسلہ میں ھندوستان میں خاندان بلبن، خاندان خلجی اور خاندان تغلق کی عظیم الشان

---

(۳) ڈاکٹر محمد صابر: ترکان عثمانی، جلد اول، طبع اول کراچی، ۱۹۶۷، صفحہ ۱۷

(۴) تفصیلات کے لئے دیکھئے، دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو مطبوعہ لاھور، جلد اول، مقالہ اخی تحریک؛ ترکان عثمانی مصنفہ ڈاکٹر محمد صابر، طبع کراچی ۱۹۶۷ جلد اول صفحات ۶۹-۷۱؛ ۷۵، ۱۰۱-۱۰۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حکومتوں، دولت عثمانیہ (خلافت سے پہلے، خلافت کے بعد کے دور کا ذکر آگے آرہا ہے) مصر کی سلطنت ممالیک، وسط ایشیا کی حکومتوں اور ایران و افغانستان میں تیموریوں کی سلطنتوں کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف مصر کے مملوک حکمراں الملک الظاهرلدین الله رکن الدین بیبرس نے کوشش کی کہ سلسلۂ خلافت جو ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات طیبہ کے فوراً بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے شروع ہوا تھا منقطع نہ ہونے پائے۔ اس مقصد کے لئے بیبرس نے عباسی خانوادہ ہی کے ایک فرد ابوالقاسم کو مصر آنے کی دعوت دی۔ احمدابوالقاسم نے اس دعوت کو قبول کر لیا اور اس کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ مصر لایا گیا، احمد کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گی اور اس نے المستنصر باالله کا لقب اختیار کیا۔(۵)

مصر کی عباسی خلافت ۶۵۹ھ مطابق ۱۲۶۱ء سے لیکر ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۸ء تک قائم رہی، اس دور کی کل مدت ۲۶۴ سال ہے، ۲۶۴ سال کے اس عرصہ میں کل اٹھارہ خلفاء تخت نشین ہوئے، (۶) لیکن یہ خلافت محض برائے نام ہی تھی، حکومتی معاملات میں کرتا دھرتا حکمراں ممالک ہی ہوتے تھے۔ عباسی خلیفہ کی حیثیت صرف تبرکاً یا موجودہ اصطلاح میں دستوری سربراہ کی تھی، اس کی ذمہ داری صرف اس قدر ہوتی تھی کہ وہ رسمی طور پر ہر نئے سلطان کو خلعت اور سند حکمرانی عطا کر دیا کرتا تھا اور بس۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بعض خلفاء کی حیثیت تو کم و بیش نظربندوں کی سی تھی، وہ نہ اپنی مرضی سے کسی سے مل جل سکتے تھے نہ کوئی اور بڑا کام کر سکتے تھے۔

---

(۵) حافظ ابوالفداء اسمعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی: البدایة والنهایة، جلد سیزدهم، مطبوعہ مصر ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء، صفحات ۲۳۱ - ۲۳۲

(۶) شاه معین الدین ندوی: تاریخ اسلام حصہ چہارم خلافت عباسیہ جلد دوم، اعظم گڑھ ۱۹۳۰ صفحات ۲۱۴ - ۲۲۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یہ صورت حال ڈھائی صدی سے کچھ زیادہ مدت تک قائم رہی۔ اس دوران میں اناضولو میں قائم ہونے والی عثمانی ریاست جسے ترکوں کی نیم تاریخی نیم افسانوی شخصیت ارطغرل (متوفی ۶۸۸ھ مطابق ۱۲۸۹ء) نے قائم کیا تھا ترقی کرکے عالم اسلام کی سب سے طاقتور، مضبوط و مستحکم، وسیع، ترقی یافتہ اور تازہ دم حکومت میں بدل چکی تھی۔ سلطان ارخان بن سلطان عثمان خان (المتوفی ۷۶۰ھ مطابق ۱۳۶۹ء) سلطان بایزید یلدرم (دور حکومت ۷۹۲ مطابق ۱۳۸۹ء تا ۸۰۵ھ مطابق ۱۴۰۳ء) اور سلطان محمد الفاتح فاتح قسطنطنیہ (متوفی ۸۸۶ مطابق ۱۴۸۱ء) جیسے جلیل القدر سلاطین و فاتحین نے دولت عثمانیہ کو دنیا کی طاقتور ترین حکومت بنا دیا تھا۔ اس سلطنت کے حدود یورپ میں یونان بلغاریہ، البانیہ، سرویا، بوسنیا، اٹلی کے بعض علاقوں، ہنگری، کریمیا، اور ویانا تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ایشیائی ممالک میں پورا ایشیائے کوچک، کردستان اور مغربی ایران کا وسیع رقبہ قلمرو عثمانی میں شامل ہو چکا تھا۔ اسی طرح براعظم افریقہ میں بھی عثمانیوں کا اثر و رسوخ بڑھتا ہی جارہا تھا اور اب تقریباً پورے کے پورے شمالی افریقہ پر صحرائے سینا سے لے کر مراکش تک عثمانی پھریرے لہرا رہے تھے۔

محرم ۹۲۳ھ مطابق فروری ۱۵۱۷ء میں سلطان غازی سلیم اول نے مصر بھی فتح کر لیا۔ اس سے تقریباً ایک سال قبل ہی حماۃ، حمص، دمشق اور متعدد دوسرے قریبی علاقے بھی قلمرو عثمانی کا جزو ہوچکے تھے اور اسی سال اس کو خادم الحرمین الشریفین کا جلیل القدر اور ایمان افروز خطاب بھی حاصل ہو چکا تھا۔ اب ۹۲۳ھ میں خلافت بھی باقاعدہ طور پر اس خاندان میں منتقل ہوگئی اور آخری عباسی خلیفہ محمد المتوکل علی اللہ نے منصب خلافت سلیم کو سونپ دیا، قاہرہ ہی میں امیر المومنین سلیم عثمانی کی بیعت خلافت ہوئی، متوکل علی اللہ نے تمام تبرکات نبوی علم، تلوار اور رداء نبوی بھی لئے خلیفہ کے سپرد کردی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حرمین شریفین کی کنجیاں بھی اس کے حوالہ کردی گئیں۔(۷)

عثمانی خاندان میں خلافت کی اس منتقلی سے ایک بار پھر چند صدیوں کے لئے خلافت اسلامیہ پوری آن بان کے ساتھ قائم ہوگئی اور دنیا کو ایک مرتبہ پھر اموی خلافت کی شان و شکوہ کا نمونہ دکھاگئی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ''اس وقت دنیائے اسلام کی خلافت کا حق بھی انہی کو پہنچتا تھا، کوئی دوسری اسلامی سلطنت طاقت و وسعت میں دولت عثمانیہ کے برابر نہ تھی، یہی سلطنت دوسری تمام سلطنتوں سے زیادہ شرع و ملت کی حفاظت کی طاقت رکھتی تھی اور قریباً ڈیڑھ صدی سے جہاد کا فرض ادا کرتی آرہی تھی، چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب سلطان سلیم کی خلافت کا اعلان کیا گیا تو دنیائے اسلام کے کسی گوشہ سے اس کی مخالفت نہیں ہوئی، اس منصب کے لئے سلاطین عثمان کا حق اس قدر مسلم سمجھا گیا کہ سلیم کے عہد سے لے کر گذشتہ جنگ عمومی تک پوری چار صدیوں میں ایک مدعی خلافت بھی ان کے مقابلہ میں نہیں اٹھا، بنو امیہ اور عباسیہ کے عہدوں میں خلافت کے بہت سے دعویدار نظر آتے ہیں لیکن خلفائے عثمانیہ کی پوری تاریخ میں کسی ایک حریف کو بھی سامنے آنے کی جرات نہیں ہوئی''(۸)۔

خلافت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ عظیم الشان ذمہ داری جو عثمانی خلفاء کے کاندھوں پر ڈالی تھی گئی انہوں نے بطریق احسن اس ذمہ داری کو ادا کیا اور جیسا کہ اقتباس بالا سے ظاہر ہے عالم اسلام میں کسی نے اس معاملے میں عثمانی خلفاء کی اہلیت کو کبھی چیلنج نہیں کیا۔ حرمین شریفین کی خدمت و حفاظت میں بھی خلفاء عثمانیہ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یہ لوگ خادم الحرمین الشریفین کہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے، ایک بار نماز جمعہ

---

(۷) محمد فرید بے: تاریخ الدولۃ العلیۃ العثمانیۃ، طبع دوم ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء، قاہرہ، صفحات ۷۵-۷۶

(۸) ڈاکٹر محمد عزیز: دولت عثمانیہ جلد اول، طبع دوم ۱۹۵۸ء، اعظم گڑھ، صفحات ۱۸۱-۱۸۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے موقع پر خطیب نے عثمانی خلیفہ کے لئے سالک الحرمین الشریفین کا لفظ استعمال کیا تو خلیفہ نے فوراً کھڑے ہوکر خطیب کو فہمائش کی اور کہا کہ میں صرف خادم الحرمین الشریفین ہوں(۹)۔

اگرچہ عباسیوں کے آخری دور کی طرح عثمانیوں کو بھی ان کے آخری دور میں اسلامی دنیا کے ایک معتدبہ حصہ پر کوئی سیاسی غلبہ یا قبضہ حاصل نہ تھا لیکن پھر بھی جذباتی طور پر خلافت عثمانیہ کو مسلمانوں کے مرکز اور ممالک اسلامیہ کی آخری پناہ‌گاہ کی حیثیت حاصل رہی۔ دنیا بھر کی مساجد میں جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں عثمانی خلیفہ ہی کا نام پڑھا جاتا، اس کی کامیابی کے لئے دعائیں مانگی جاتیں، (بلکہ کہا جاتا ہے کہ پاک و ھند اور افغانستان وغیرہ کے بعض علاقوں میں اب تک خطبات جمعہ و عیدین میں عثمانی خلیفہ کا نام پڑھا جاتا ہے)(۱۰) ان کی عطا کردہ سندات کو تمغہ جات، طغروں اور خلعتوں کو اوروں سے زیادہ عزت و احترام بلکہ برکت کا مستحق اور سبب سمجھا جاتا۔ مسلمانان عالم اور بالخصوص برصغیر پاک و ھند کے آخری وقت (۱۹۲۴ میں تنسیخ خلافت) تک عثمانیوں ہی کو اپنا محافظ اور اسلام کا نگہبان سمجھتے رہے۔

اٹھارویں صدی شمسی میں مسلمانوں کی سیاسی قوت تیزی سے گھٹنا شروع ہوگئی۔ خلافت عثمانیہ بعض اندرونی اور بیرونی اسباب کی وجہ سے (جن کی مختصر تفصیل صفحات آئندہ میں آرہی ہے) کمزوری اور انتشار کا شکار ہونے لگی، مختلف علاقے ایک ایک کر کے عثمانی قلمرو سے الگ ہونے لگے، یہ کمزوری یہاں تک بڑھی کہ بالآخر ۱۸۴۴ء میں روس کے شاھنشاہ نکولس نے ترکی کو "مرد بیمار" کا لقب دیدیا جو موجودہ صدی کے ربع اول تک بطور ایک

---

(۹) محمد کرد علی: الاسلام والحضارة العربیة جلد دوم، صفحه ۱۹۳، بحواله سعید احمد اکبرآبادی: مسلمانوں کا عروج و زوال طبع دوم دهلی ۱۹۴۷ صفحه ۱۳۷

(۱۰) ڈاکٹر محمد صابر: حواله ما قبل، صفحات ۲۰-۲۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سیاسی اصطلاح کے استعمال ہوتا رہا(۱۱)۔ دولت عثمانیہ کے علاوہ دوسرے اسلامی ممالک میں بھی دول یورپ نے اپنے استعماری پنجے گاڑنے شروع کردئیے۔ یہ لوگ تاجروں، سیاحوں اور مبلغوں کے بھیس میں مختلف اسلامی ممالک میں جا بستے اور مسلمانوں کی فطری نرم دلی، فیاضی اور مذھبی بردباری سے ناجائز طور پر فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی پوزیشن مضبوط بنا لیتے اور پھر بالتدریج ایک منظم منصوبہ بندی کے تحت ایک سیاسی قوت کی حیثیت اختیار کرلیتے، یہ کس قدر عجیب بات ھے کہ انگریز تاجروں کی وہ جماعت جس نے هندوستان کے عظیم مغل فرمانروا محی الدین اورنگ زیب محمد عالمگیر (متوفی ۱۷۰۷ء) سے گڑ گڑا کر جان بخشی کرائی تھی اور تجارت کی اجازت حاصل کی تھی اس کی وفات کے بعد پچاس سال کے اندر اندر ھندوستان کی حکمران بن بیٹھی اور ابھی اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کو صرف ڈیڑھ سوسال ھی گذرے تھے کہ اسی اورنگ‌زیب کے جانشین پر اس الزام میں مقدمہ چل رہا تھا کہ اس نے ان بدیسی تاجروں کے تسلط سے آزاد ہونے کی کوشش کی تھی(۱۲)۔

یہ سلسلہ اٹھارویں صدی شمسی کے نصف اول سے بیسویں صدی شمسی کے اوائل تک جاری رہا۔ ان دو صدیوں میں مسلم اکثریت کا شاید ھی کوئی علاقہ ایسا ھوا جو اغیار کے قبضہ سے محفوظ رہا ھو، ورنہ مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک اور قازقستان سے لے کر یوگنڈا تک کے وسیع ترین رقبہ پر پھیلی ھوئی ملت اسلامیہ کے بیشتر افراد مختلف یورپی طاقتوں کے پنجہ عبودیت میں جکڑ چکے تھے۔

---

(۱۱) نصیب اختر (مترجم) سلاطین ترکیہ از اسٹینلے لین پول، طبع دوم ۱۹۷۰ کراچی و ڈھاکہ، صفحہ ۲۸۲

(۱۲) اشتیاق حسین قریشی ، ڈاکٹر، The Muslim Community of Indo Pakistan Sub-Contiment مطبوعہ ھیگ، نیدر لینڈ ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۶۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



# اٹھارویں اور انیسویں صدی میں عالم اسلام کی سیاسی صورت حال

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں پورے عالم اسلام میں دولت عثمانیہ، ہندوستان اور مصر کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ سیاسی، فکری، تمدنی غرض ہر اعتبار سے یہ تینوں ممالک بقیہ دنیائے اسلام کی راهنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ ان ممالک کے سیاسی و معاشرتی حالات بھی دوسرے اسلامی ممالک پر گہرے طور پر اثر انداز ہوئے ہیں۔ اس لئے سطور ذیل میں اول مذکورہ دونوں صدیوں کے دوران ان ممالک کے سیاسی حالات نسبةً تفصیل کے ساتھ درج کرکے پھر بقیہ اسلامی دنیا کی صورت حال مجملاً بیان کی جاتی ہے۔

## سلطنت عثمانیہ

جب اٹھارویں صدی شمسی کا آغاز ہوا تو سلطان مصطفیٰ ثانی ابن سلطان محمد الرابع قسطنطنیہ کے تخت خلافت پر متمکن تھا۔ سلطنت عثمانیہ دوسری تمام اسلامی ریاستوں کی طرح شدید اندرونی خلفشار اور بیرونی کشمکش کا شکار تھی۔ بیرونی ممالک میں آسٹریا، روس، وینس اور ہولینڈ عثمانی حکومت سے بر سر جنگ تھے(۱۳)، اندرونی خلفشار کا عالم یہ تھا ۱۶۹۷ء میں آسٹریا سے جنگ کے دوران ہی عثمانی فوجوں کی آپس کی سابقہ مخالفتوں کی وجہ سے آپس ہی میں جنگ شروع ہوگئی، فوج کے ایک مؤثر اور اہم حصہ ینی‌چری (افواج جدیدہ) نے بغاوت کرکے اپنے ہی افسروں کو قتل کرنا شروع کردیا، اسی دوران میں غنیم کی فوجوں نے حملہ کردیا اور ۲۶ ہزار عثمانی سپاہی میدان میں کام آئے اور دس ہزار دریا عبور کرکے جان بچانے کی کوشش میں غرق ہوگئے۔ وزیر اعظم الماس محمد پاشا اور دوسرے متعدد اعلیٰ افسران بھی

(۱۳) محمد فرید بے: حوالۂ ماقبل، صفحات ۱۳۱ - ۱۳۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



شہید ہوگئے(۱۴)۔ چند سال بعد ۱۷۰۳ء میں اسی فوج نے بعض حکام کو جن میں مفتی اعظم بھی شامل تھے معزول کرنے کا مطالبہ کیا، مطالبے کے پورا نہ ہونے پر ان لوگوں نے شورش کرکے خود خلیفہ کو دستبردار ہونے پر مجبور کردیا(۱۵)۔ اب معزول خلیفہ کا بھائی سلطان احمد ثالث تخت نشین ہوا اور تخت نشینی کے بعد سب سے پہلے جو قدم اٹھایا وہ یہ تھا کہ باغی افواج کے مطالبہ پر مفتی اعظم فیض اللہ آفندی کے قتل کا حکم دیدیا(۱۶)۔

اس دوران میں روس سے بار بار معاہدے ہوتے اور ٹوٹتے رہے بالآخر ۱۷۱۰ء میں روس اور ترکی میں جنگ چھڑ گئی جس کو دنیائے مسیحیت نے ''خدا اور مسیحیت کے لئے،، ایک مذہبی جنگ قرار دیا۔ لیکن اللہ تعالی کی مدد اور روسی افواج کے غیر معمولی جوش کی وجہ سے روسی فوجیں بہت آگے بڑھ آئیں اور زار روس سمیت عثمانی فوجوں کے گھیرے میں آکر محصور ہوگئیں۔ اس موقعہ پر عثمانی سپہ سالار صدر اعظم بلطہ جی محمد پاشا نے زار روس سے صلح کرلی۔ اس صلح کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ صدر اعظم نے روسیوں سے رشوت لے کر یہ کام کیا تھا لیکن بعض دوسرے مؤرخین اس سے انکار کرتے ہیں، ان کی رائے میں صدر اعظم کا یہ اقدام دولت عثمانیہ کے عین مفاد میں تھا۔ بہرحال اس معاہدہ کے بعد روس اور دولت عثمانیہ میں عرصہ تک کوئی جنگ نہ ہوئی۔ ۱۷۱۶ء میں آسٹریا سے جنگ کی نوبت آئی اور بلغراد میں عثمانی فوجوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، تقریبا بیس ہزار مسلمان سپاھی شہید و زخمی ہوئے اور بے شمار سامان حرب دشمن کے ہاتھ لگا، آسٹرویوں نے بلغراد سے آگے بڑھ کر متعدد یورپی عثمانی محروسات پر قبضہ کرلیا(۱۷)۔

---

(۱۴) محمد عزیر، ڈاکٹر: دولت عثمانیہ جلد اول، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۵۸ طبع دوم صفحات ۳۱۸-۳۱۹

(۱۵) محمد فرید بے: حوالۂ ما قبل، صفحہ ۱۳۲

(۱۶) ایضا: صفحہ ۱۳۳

(۱۷) ایضا: صفحہ ۱۳۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۱۷۲۰ء میں عثمانیوں اور روسیوں نے ایک معاہدہ کے نتیجہ میں ایران کی شیعہ سلطنت کے حصے بخرے کرکے اس کے بیشتر حصے آپس میں تقسیم کر لئے، کچھ دوسرے علاقوں پر افغالستان کے حکمراں امیر محمود نے قبضہ کرلیا، سات سال بعد ایک ایرانی موقع آزما سردار نادر خاں نے حالات سے فائدہ اٹھا کر خاصا اثر و رسوخ حاصل کرلیا(۱۸) اور ایرانی علاقوں کی بازیابی کے نام سے عثمانی فوجوں پر حملہ کردیا، عثمانی فوجیں تیار نہ تھیں حملہ سہہ نہ سکیں اور پیچھے ہٹ آئیں ۔ دارالخلافہ میں اس خبر کا آنا تھا وہاں شورش شروع ہوگئی، ینی‌چری کے ایک دستہ نے بغاوت کردی اور صدراعظم، امیر البحر اور مفتی اعظم کے قتل کا مطالبہ کیا، سلطان نے اول الذکر دو کو تو قتل کردیا لیکن مفتی اعظم کو قتل کرنے کے لئے وہ تیار نہ ہوا، اس پر شورش اور بڑھ گئی اور سلطان احمد خاں ثالث کو تخت سے دستبردار ہونا پڑا(۱۹) ۔

اب امیر المومنین سلطان غازی محمود خاں اول تخت نشین ہوا، ایران سے معرکہ آرائی جاری تھی، درمیان میں کئی بار صلح و جنگ کی نوبت آئی، خود ایران میں ایک خلفشار بپا ہوگیا تھا جس سے فائدہ اٹھا کر نادرخاں نے ایران کے حکمراں شاہ عباس کو برطرف کرکے خود تخت پر قبضہ کرلیا تھا، آخر کار اکتوبر ۱۷۳۶ میں فریقین میں صلح ہوگئی اور حدود مملکت کی تعیین

---

(۱۸) یاد رہے کہ یہ وہی نادر شاہ ہے جس نے محمد شاہ رنگیلے کے دور میں ہندوستان پر حملہ کرکے وسیع پیمانہ پر لوٹمار کی تھی اور مغل دربار کا مشہور تخت طاؤس بھی اٹھا کر ایران لے گیا تھا ۔ نادری قتل عام اور لوٹمار نے مغلوں کی سسکتی ہوئی سلطنت پر آخری ضرب لگادی اور یوں ہندوستان کی اسلامی سلطنت جلد ہی انگریزی استبداد و استعمار کا لقمۂ تر ہوگئی۔ اس دور کا یہ ایک جملہ جو اب ضرب‌المثل بن چکا ہے (شامت اعمال ما صورت نادرگرفت) نادری قتل و غارت کی شدت کو بڑی حد تک واضح کردیتا ہے ۔

(۱۹) محمد عزیر، ڈاکٹر: حوالہ ما قبل، جلد اول، صفحات ۳۴۰ - ۳۴۱، نیز محمد فرید بے: حوالہ ما قبل صفحات ۱۴۶ - ۱۴۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہوئی۔ ۱۷۳۶ ھی میں روس نے ایک بار پھر زبردست تیاریوں کے بعد عثمانی علاقوں میں پیش قدمی کی لیکن نتیجہ کم و بیش برابر ھی رھا۔ اگلے سال ۱۷۳۷ میں آسٹریا نے بعض ترک علاقوں پر حملہ کردیا لیکن پے درپے شکستیں کھا کر آسٹرویوں نے ستمبر ۱۷۷۹ میں عثمانی حکومت سے معاھدہ صلح کر لیا(۲۰)۔

سلطان محمود خاں اول ھی کے دور میں ترک فوجوں نے وھابی تحریک کے خلاف فوجی کارروائی کی اور اس تحریک کے پھیلتے ہوئے اثر کو روکنا چاھا، یہ کشمکش طویل عرصہ تک جاری رھی اور عثمانی حکومت اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وھابیوں کو دبانے میں کامیاب نہ ھوسکی۔ بالآخر محمود خاں ثانی کے دور (۱۸۰۸-۱۸۳۹) میں عثمانیوں نے اس تحریک کو فوجی میدان میں شکست دی۔

۱۷۵۷ء سے لے کر ۱۷۷۳ء تک سلطان مصطفی ثالث حکمراں رھا۔ اس کے دور حکومت کے ابتدائی چند سال امن و امان اور خوش‌حالی کے سال تھے، لیکن ۱۷۶۸ میں روس نے ایک بار پھر عثمانی علاقوں پر حملہ کردیا۔ عثمانیوں نے شروع میں پے درپے متعدد کامیابیاں حاصل کیں لیکن آخر میں عثمانی بیڑے کے تقریباً تمام بڑے جہازوں کے جل جانے سے ان کو زبردست دھچکا لگا۔ اس جنگ کے بعد کئی سال سیاسی گفت و شنید میں گذر گئے، عثمانی حکومت کبھی ایک یورپی طاقت سے معاھدہ کرتی کبھی کسی دوسری طاقت کی طرف دست تعاون بڑھاتی، اس دوران میں فوجوں کی تنظیم و استحکام کا کام بھی خاصا ھو گیا۔ ۱۷۷۳ میں پھر روسیوں نے اپنی فوجیں عثمانی علاقے میں داخل کردیں اور وھاں کے مسلمان باشندوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ ڈالے، لیکن جلد ھی ان کو شکست فاش دی گئی اور بہت سا

---

(۲۰) محمد فرید بے: حوالہ ما قبل، صفحہ ۱۴۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سامان جنگ عثمانی عساکر کے ہاتھ لگا(۲۱)۔

ابھی یہ معرکہ ختم نہیں ہوا تھا کہ سلطان مصطفیٰ کا انتقال ہو گیا اور اس کے بھائی سلطان عبدالحمید خاں اول نے تخت خلافت سنبھالا۔ عبدالحمید اول کی تخت نشینی کے پہلے ہی سال ۱۷۷۴ء میں عثمانیوں کو روسیوں کے مقابلہ میں ایک زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا لیکن چونکہ دوسری طرف روسیوں کی حالت بھی کامیابی کے باوجود انتہائی پتلی تھی اس لئے فریقین معاہدہ صلح پر آمادہ ہوگئے۔ اس صلحنامہ کی اکثر و بیشتر دفعات لازمی طور پر روسیوں کے حق میں تھیں(۲۲)۔ یہ صلحنامہ جو صلحنامہ قینارجہ کے نام سے معروف ہے عثمانی حکومت کی تاریخ میں نقطہ زوال تصور کیا جاتا ہے۔ ترکی تاریخ کے علماء عام طور پر اسی معاہدہ سے ترکان عثمان کے زوال کی ابتداء کرتے ہیں(۲۳)۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاہدہ نے عثمانی افواج کے حوصلے خاصے پست کردئیے تھے، اس لئے کہ اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی معرکے مختلف اقوام کے ساتھ ایسے ہوئے جن میں اکثر و بیشتر عثمانیوں ہی کو شکست ہوئی۔ اس معاہدہ کے تقریباً ۱۵ سال بعد سلطان عبدالحمید خاں اول کا انتقال ہوگیا اور اس کا ذہین و فطین بھتیجا سلطان خاں ثالث اس کا جانشین ہوا۔

سلطان سلیم خاں ثالث نہایت باصلاحیت، پرجوش اور تخلیقی ذہن کا آدمی تھا، تخت نشینی سے پہلے ہی اس نے حکمرانی کے لئے تمام ضروری اوصاف بہم پہنچا لئے تھے، یورپی اور دوسرے متمدن ممالک کے حالات اور وہاں کے دساتیر و قوانین اور انتظامات حکومت سے بھی اس کو خاصی واقفیت تھی(۲۴)۔

---

(۲۱) ایضاً: صفحات ۱۰۶-۱۰۹

(۲۲) فرید بے نے معاہدہ کا مکمل نقل کردیا ہے، صفحات ۱۶۰-۱۷۱

(۲۳) محمد عزیر، ڈاکٹر: حوالہ مذکورہ بالا، جلد اول، صفحات ۳۹۸-۴۰۴

(۲۴) ایضا: صفحات ۴۲۶-۴۲۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تخت نشینی کے پہلے ہی سال اس کو بھی اپنے پیشرو کی طرح روس اور آسٹریا سے معرکہ آرائی کرنا پڑی، ان معرکوں میں عثمانیوں کے پے درپے شکست ہی کا سامنا کرنا پڑا، ۱۷۹۲ کے اوائل میں ایک صلحنامہ کے نتیجہ میں ان معرکوں کا خاتمہ ہوا۔ اس صلحنامہ کو صلحنامہ یاش کے نام سے یاد کیا جاتا ہے(۲۵)۔

صلحنامہ کے فوراً بعد سلطان سلیم نے حکومتی انتظامات میں اصلاحات کا آغاز کیا اور اس کام کے لئے ایک مفصل، مربوط اور جامع اسکیم مرتب کی۔ قدیم طرز کے مدارس کی تنظیم نو کے ساتھ ساتھ جدید قسم کے مدارس بھی وافر مقدار میں قائم کئے، کئی ایک مقامات پر مطبعے قائم کئے گئے اور مختلف علوم پر یورپی زبانوں سے کتابیں ترجمہ کرکے شائع کی گئیں، عثمانی فوج کو جو نظم و ضبط کے معاملہ میں بہت کمزور بلکہ نپولین کے الفاظ میں (جو ممکن ہے مبالغہ سے خالی نہ ہوں) ایک ''ایشیائی بھیڑ،، تھی از سر نو منظم و مرتب کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور نظام جدید کے نام سے نئے فوجی دستے قائم کئے(۲۶)۔

ابھی ان اصلاحات کی ابتداء ہی تھی کہ ایک بار پھر عثمانی حکومت کو جنگ میں الجھنا پڑا۔ فرانس کے نپولین‌بوناپارٹ نے اپنی مشہور و معروف مشرقی مہم شروع کردی تھی اور اس سلسلہ میں شام و مصر کو تاخت و تاراج کر ڈالا تھا، چار سال کی طویل معرکہ آرائی کے بعد ۱۸۰۲ میں مصر دوبارہ عثمانی حکومت کے زیر انتظام آیا ہی تھا کہ ادھر شام کی سرحدوں کے قریب وہابی تحریک کے حامیوں سے جھڑپ ہوگئی، دوسری طرف مصر کے سابق حکمرانوں — ممالیک — نے پھر سر ابھارا اور عثمانی فوجوں سے دست و گریبان ہوتے رہے، شام کا گورنر جزار پاشا خودمختار ہوگیا اور کئی سال تک مقابلہ کرتا رہا، چند سال بعد ۱۸۰۶ میں کچھ ینی‌چری کی سرکشی اور مظالم کے نتیجہ

---

(۲۵) محمد فرید بے : حوالہ ما قبل، صفحات ۱۷۸ - ۱۷۹

(۲۶) ایضا : صفحات ۱۷۹ - ۱۸۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں کچھ مقامی عیسائی باشندوں کی بغاوت کے نتیجہ میں سرویا سلطنت عثمانیہ سے الگ ہوگیا۔ اسی سال ایک بار پھر روس نے برطانیہ کو ساتھ ملا کر دولت عثمانیہ پر حملہ کردیا، لیکن سال ڈیڑھ سال کی اس جنگ کے دوران حملہ آوروں کو کوئی خاص کامیابی نصیب نہ ہوئی بلکہ وہ اپنے ارادوں میں ناکام ہی رہے۔

ان جنگوں سے نمٹ کر سلیم نے نظام جدید کو وسعت دینے کا پروگرام بنایا اور ینی‌چری کو اس میں ضم کردینا چاہا، ینی چری نے اس منصوبہ سے ناخوش ہوکر بغاوت کردی اور اس قدر شورش برپا کی کہ سلطان کو نظام جدید سے متعلق فرمان واپس لے لینا پڑا، اور ینی‌چری کے مطالبہ پر صدر اعظم حافظ اسمعیل پاشا کو بھی معزول کردینا پڑا۔ لیکن اس کے باوجود شورش ختم ہونے کی بجائے بڑھتی چلی گئی، حتی کہ شیخ الاسلام عطاءاللہ آفندی نے جو تمام تر ینی چری کے زیر اثر تھا فتویٰ دیدیا کہ جو سلطان فرنگی نظاموں اور فرنگی طور طریقوں کو ملک میں جاری کرے اور لوگوں کو ان کے اتباع پر مجبور کرے حکومت کرنے کا اہل نہیں۔ اس فتوے کے نتیجہ میں سلیم خاں کو معزول کردیا گیا اور اصلاحات کے طرفداروں کو ایک ایک کرکے قتل کردیا گیا(۲۷)۔ یہ واقعہ ۲۹ مئی ۱۸۰۷ کا ہے۔ سلیم کے بعد مصطفی رابع تخت نشین ہوا اور نظام جدید کے مخالفین کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کے طور پر کام کرتا رہا۔ سال بھر بعد ہی سلیم کی حامی فوجوں نے بغاوت کرکے قلعۂ شاہی کا محاصرہ کرلیا، لیکن قبل اس کے کہ باغی دستے قصر شاہی میں داخل ہوتے سلیم کو قتل کیا جاچکا تھا، لیکن خود مصطفی بھی اسی انجام کا شکار ہوا اور سلیم کے حامیوں نے اس کو قتل کرڈالا(۲۸)۔

اس دور میں بھی اگرچہ سلطنت عثمانیہ دنیا کی عظیم الشان حکومتوں

---

(۲۷) ایضا: صفحات ۱۹۳ - ۱۹۴، نیز محمد عزیر، ڈاکٹر: دولت عثمانیہ

(۲۸) محمد فرید بے: ایضا صفحات ۱۹۰ - ۱۹۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے ہم پلہ ہی تھی اور دنیائے مسیحیت کی نظر میں وہ ابھی تک لوہے کے چنوں کی طرح تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی بنیادیں اندر سے تقریبا کھوکھلی ہو چکی تھیں، بہت سے بڑے بڑے صوبے خودمختار ہوچکے تھے، عثمانی حکومت کے یورپی محروسات میں سے ہنگری، ٹرانسلونیا، کریمیا اور یونان و بلقان وغیرہ تو کلی طور پر جداگانہ ممالک بن گئے تھے اور وہاں سے عثمانی اقتدار بالکل ختم ہوچکا تھا، جزیرۂ عرب تحریک مؤحدین (اصحاب شیخ محمد بن عبدالوہاب رح) کے زیر اثر اور عثمانیوں سے تقریباً باغی تھا، مصر میں عثمانیوں کا اثر صرف اسقدر تھا کہ ہر نیا حکمراں ایک قسم کی ''سند فضیلت،، ان سے حاصل کرلیا کرتا تھا اور اس سند کا حصول بھی محض ''استحباب،، کے درجہ میں تھا۔ یہی حال دوسرے علاقوں کا تھا، ہر جگہ جا بجا خود مختار حلقے قائم ہو گئے تھے۔

۱۸۰۸ میں سلطان محمود خاں ثانی تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوا۔ تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی اس نے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ سلطان سلیم خاں مرحوم کے حامی اور معتمد مصطفی پاشا بیرقدار کو صدر اعظم مقرر کیا، اور اس کے تعاون سے نظام جدید کے دستوں کے علاوہ ینی‌چری کی اصلاح و تنظیم نو بھی شروع کی(۲۹)۔ لیکن ینی چری نے پہلے ہی سال بغاوت کردی اور صدر اعظم مصطفی پاشا بیرقدار کو قتل کرکے سلطان سے تمام اصلاحات کی منسوخی کا اعلان زبردستی جاری کرالیا(۳۰)۔

آئندہ سال روسیوں نے پھر دریائے ڈینوب کو عبور کرکے عثمانی علاقوں پر حملہ کردیا، یہ معرکہ آرائی کئی سال تک جاری رہی، بالآخر ۱۸۱۲ میں بخارسٹ میں ایک صلحنامہ کے ذریعہ یہ کشمکش ایک بار پھر کچھ

---

(۲۹) ایضا : ۱۹۷

(۳۰) اسمعیل پاشا سرہنگ : حقائق الاخبار عن دول البحار، جلد اول مطبوعہ بولاق ۱۳۱۲ھ، صفحات ۶۶۰ - ۶۶۱ نیز محمد عزیر، ڈاکٹر : حوالہ ما قبل جلد دوم، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۴۳ صفحہ ۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



عرصہ کے لئے ٹل گئی، اسی سال اہل سرویا نے بھی بغاوت کردی اور پانچ سال کی آویزش کے بعد عثمانی حکومت سے مستقلاً علیحدگی اختیار کرلی، اس کے بعد مختلف علاقوں میں پے درپے بغاوتوں اور شورشوں کا ظہور ہوا جن میں سے بعض کا تو استیصال کردیا گیا اور بعض کا نہ کیا جا سکا، یہ علاقے عام طور پر غیر مسلم اکثریت کے علاقے ہوتے تھے جہاں بغاوت کے ظہور کے ساتھ ہی بے گناہ مسلمان ترکوں کا بہیمانہ قتل عام شروع ہو جاتا۔

سلطان محمود کے عہد کے اہم واقعات میں سے ۱۸۲۶ میں ینی چری کا استیصال بھی ہے۔(۳۰الف)۔ ینی چری کے خاتمے کے بعد جدید طرز کی فوجیں کثیر تعداد میں تیار کی گئیں اور جلد ہی ان کی نفری پچاس ہزار سے زائد ہوگئی(۳۱)۔ لیکن ابھی یہ اصلاحات ابتدائی مراحل میں ہی تھیں کہ مئی ۱۸۲۸ میں زار روس نکولس نے اپنی بحری اور بری افواج کے ساتھ بیک وقت

---

(۳۰الف)۔ ینی‌چری جس کا ذکر اس مضمون میں باربار آیا ہے اور آئے گا ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی نئی فوج کے ہیں۔ یہ عثمانی فوج کا سب سے زیادہ مؤثر، تربیت یافتہ اور ماہر حصہ ہوتا تھا، اس کی بنیاد سلطان ارخان غازی (متوفی ۱۳۶۰ء) کے دور میں پڑی، لیکن اس کی اصل تنظیم و ترقی اس کے جانشین سلطان عثمان خاں غازی کے دور میں ہوئی۔ اس فوج کی تربیت اور بھرتی کے مخصوص اور سخت نوعیت کے قوانین تھے۔ یورپ کے جبابرہ کی جبینیں اس فوج کے نام سے ہی عرق آلود ہوجایا کرتی تھیں۔ لیکن بعد میں جب ان لوگوں کو ان کی خصوصی مہارت اور کارکردگی کے سبب مالی رعایات اوروں سے زیادہ دی جانے لگیں تو جہاں ان میں کمزوری نے راہ پائی وہیں ان کا نظم و ضبط بھی ڈھیلا پڑگیا اور رفتہ رفتہ یہ ملکی سیاست میں دخیل ہونے لگے۔ مراد خاں ثالث (متوفی ۱۰۹۰ء) کے دور سے ان میں رشوت خوری اور شورشیں پیدا کرنے کے جراثیم بھی پیدا ہوگئے۔ اپنی تاریخ کے آخری سوسال میں ینی‌چری بجائے مفید ہونے کے الٹا حکومت کے لئے دردسر بن گئے تھے، ہر کام میں جا و بیجا دخل‌اندازیاں کرنا اور ہر ایسے عہدہ دار کی مخالفت میں مسلح ہنگامہ کردینا ان کا مشغلہ رہ گیا تھا جو ان کو ناپسند ہو۔ بالآخر ۱۸۲۶ میں سلطان محمود خاں ثانی نے طویل منصوبہ بندی اور غور و فکر کے بعد ان لوگوں کو ختم کرکے منتشر کردیا، جو زیادہ نمایاں اور پیش پیش رہتے تھے ان کو قتل کردیا۔ مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ڈاکٹر محمد صابر: حوالۂ ما قبل صفحات ۱۹۳ - ۲۲۷ - نیز محمد عزیز حوالہ ماقبل جلد دوم صفحات ۴۹-۵۲۔

(۳۱) محمد عزیز: حوالہ ما قبل، جلد دوم صفحات ۵۲ - ۵۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ترکی پر حملہ کردیا، دوران جنگ ھی ینی چری کے حامی بعض لوگوں نے مسلح گروھوں کی شکل میں بغاوت کردی جس پر جلد ھی قابو پالیا گیا۔ چند ماہ کی جنگ کے بعد اپریل ۱۸۲۹ میں اوڈنہ میں ایک صلحنامہ پر دستخط ھوگئے، لیکن فریقین کو شدید جانی ، مالی اور سیاسی نقصانات اٹھانے پڑے(۳۲)

لیکن اس صلحنامہ کے بعد بھی سلطان محمود کو اطمینان نصیب نہ ھوا، وہ پے درپے اندرونی اور بیرونی مصائب کا مقابلہ کرتے ھوئے یکم جولائی ۱۸۳۹ کو خالق حقیقی سے جاملا اور اپنے لڑکے عبدالمجید خاں کے لئے تخت خلافت خالی کرگیا۔ سلطان عبدالمجید خاں نے حکومت سنبھالنے کے چند ماہ کے اندر اندر خط گلخانہ کے عنوان سے ایک دستوری فرمان جاری کیا جس میں اھم اور دور رس دستوری تبدیلیاں اور اصلاحات کی گئیں۔ تقریباً ۱۰ سال بعد ایک دوسرا دستوری فرمان ۱۸۵۶ میں جاری کیا گیا جس کے ذریعہ بعض مزید اصلاحات متعارف کی گئیں ۔ (۳۳) ان دستوری اقدامات کے علاوہ فوجی نظام مین بھی اصلاحی قدم اٹھائے ، فوجوں کی تنظیم نو کے ثمرات البانیا ، کردستان اور بوسنیاکی بغاوتوں کے دوران ظاھر ھوئے جب ان بغاوتوں کا بخیر و خوبی استیصال کر دیا گیا ۔ اسی طرح ۱۸۵۱ میں روسی حملہ کے دوران بھی جدید عثمانی فوجوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے سے کئی گنا طاقتور حملہ آوروں کا مقابلہ کرکے ان اصلاحات کی افادیت کو ثابت کردیا۔

سلطان عبدالمجید خاں کے دور کا ایک اھم واقعہ پیرس امن کانفرنس ھے، یہ کانفرنس ۱۸۵۶ میں پیرس میں منعقد ھوئی جس میں فرانس، برطانیہ، روس آسٹریا، سردینیا اور سلطنت عثمانیہ کے اعلی نمائندوں نے شرکت کی، عثمانی وفد کی قیادت صدر اعظم محمد امین عالی پاشا نے کی۔ ۳۴ دفعات پر مشتمل اس معاھدہ میں باھمی طور پر امن سے رھنے اور ایک دوسرے کے معاملات

---

(۳۲) اسمعیل پاشا سر ھنگ : حوالہ ما قبل، صفحات ۶۸۳ - ۶۸۴

(۳۳) ان دونوں دستوری فرامین کے مکمل متون فریدبے کے ھاں (حوالہ ما قبل) صفحات ۲۵۴ - ۲۶۰ پر موجود ھیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں دخل نہ دینے اور اس جیسے دوسرے معاملات پر اتفاق رائے ہوا۔ معاہدہ کی بعض دفعات دولت عثمانیہ کے مفاد کے خلاف بھی جاتی تھیں (۳۴)۔

۱۸۶۱ میں عبدالمجید خاں کے انتقال پر اس کا بھائی عبدالعزیز خاں تخت خلافت پر متمکن ہوا، عبدالعزیز خاں کا پندرہ سالہ دور خلافت اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ اس عرصہ میں گروہ متجددین اور مغربیت پرستوں کو — جو دولت عثمانیہ میں ایک عرصہ سے سرگرم عمل تھے — امور سلطنت میں گہرا اثر و رسوخ حاصل ہوگیا۔ خود عبدالعزیز خاں نے دانستہ یا نادانستہ بعض ایسے نامناسب اقدامات کئے جن کے اثرات نہایت دور رس تھے، تاریخ اسلام میں سب سے پہلی مرتبہ اس نے دینی اور دنیاوی نظام تعلیم میں تفریق پیدا کی اور دونوں کو الگ الگ نظاموں کی حیثیت سے رواج دیا، کئی اعلی عدالتوں میں غیر مسلم جج مقرر کئے، فرانسیسی ضابطۂ قانون کے نمونہ پر قانون فوجداری نافذ کیا، مدحت پاشا کی سرکردگی میں تجدد پسندوں کا گروہ حکومت کے اعلی ترین عہدوں (حتیٰ کہ صدارت عظمیٰ) پر مقرر کیا گیا (۳۵)۔ ان اقدامات کے ساتھ ساتھ سلطان عبدالعزیز کے دور میں دو اہم کارنامے بھی سر انجام پائے۔ پہلا اور نہایت اہم اور دور رس اثرات رکھنے والا کارنامہ نہر سویز کی تعمیر ہے جس نے بین الاقوامی تجارت، بین الاقوامی سیاست اور بین الاقوامی جنگی حکمت عملی کو بالکل بدل کر رکھ دیا (۳۶)۔ دوسرا کارنامہ بھی عثمانیوں کے اہم ترین اسلامی کارناموں میں سے ایک ہے۔ یہ مجلۃ الاحکام العدلیہ کی

---

(۳۴) اس معاہدہ کی تفصیلات بھی فریدبے نے (حوالہ ما قبل) صفحات ۲۷۵ - ۲۸۲ پر درج کی ہیں

(۳۵) سلطان عبدالعزیز کے ان اقدامات کی تفصیلات منتشر طور پر تقریباً تمام تاریخوں میں دستیاب ہیں۔ ۱۔ دولت عثمانیہ جلد دوم از ڈاکٹر محمد عزیز ۲۔ تاریخ الدولۃ العلیہ العثمانیہ از فریدبے، ۳۔ حقائق الاخبار عن دول البحار جلد اول از سرہنگ اسمعیل پاشا ۴۔ Conflict of East and West in Turkey از خالدہ ادیب خانم اور اسی نہج کی دوسری کتابوں میں یہ تفصیلات مل سکتی ہیں

(۳۶) نہر سویز دس سال میں بن کر مکمل ہوئی، یہ کام ۱۸۵۹ میں شروع ہوا تھا اور ۱۸۶۹ میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ فرانس کے مشہور انجینر فرڈی نند ڈی لاپنزس نے اس کام کی نگرانی کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تدوین اور نفاذ کا کارنامہ ہے جو اسلامی تاریخ قانون سازی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ فوج اور بحریہ میں بھی مفید اصلاحات جاری رہیں اور جلد ہی عثمانی بحریہ یورپ کے طاقتور ترین بحری بیڑوں میں شمار ہونے لگی(۳۷)۔

سلطان عبدالعزیز خاں کے دور میں کریٹ، بلغاریہ اور دوسرے کئی مقامات پر بغاوتیں ہوئیں اور مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا گیا، لیکن یہ بغاوتیں فرو کردی گئیں۔

۲۹ مئی ۱۸۷۶ کو تجدد پسندوں کے قائدین مدحت پاشا، محمد رشدی پاشا اور شیخ الاسلام حسن خیر اللہ آفندی کی کوششوں کے نتیجہ میں عبدالعزیز خاں کو اختلال دماغی کے الزام میں معزول کردیا گیا، اور اس کے بھتیجے مراد خاں خامس بن عبدالمجید خاں کو تخت نشین کیا گیا، نیا سلطان خود متجدد مزاج ہونے کے علاوہ حکومتی معاملات میں بھی تمام تر تجدد پسندوں کے ہاتھوں کا کھلونا تھا، اس نے آتے ہی جو اقدامات کئے وہ سب انہی لوگوں کی منشا کے عین مطابق تھے۔ چند ماہ بعد مراد خاں کو بھی خلل دماغی کا فتوای دیکر معزول کردیا گیا اور یکم ستمبر ۱۸۷۶ کو سلطان عبدالحمید خاں ثانی تخت نشین ہوا۔

سلطان عبدالحمید خاں موجودہ صدی کے اوئل تک تخت خلافت پر متمکن رہا، اس کا دور خلافت تجدد پسندوں، قدامت پسندوں اور اعتدال پسندوں کے درمیان فکری اور سیاسی کشمکش کا دور ہے۔ اس دور کی اہم تحریک اتحاد عالم اسلامی کی تحریک ہے جو حکیم مشرق علامہ سید جمال الدین افغانی نے سلطان عبدالحمید خاں کے تعاون سے شروع کی تھی۔ سلطان

---

(۳۷) سلطان عبدالعزیز کی فوجی اصلاحات کی تفصیلات کے لئے دیکھئے: سر ہنگ اسمعیل پاشا: حوالہ ما قبل صفحات ۲۰۷ - ۲۰۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



عبدالحمید خان طبیعۃً دیندار، مخلص اور جری تھا لیکن اس کے مزاج میں استبداد اور مطلق العنانی بہت تھی، اس کے استبداد اور مطلق العنانی کے رد عمل کے طور پر ترک نوجوانوں میں مغرب پرستی کی تحریکیں زور شور کے ساتھ اٹھیں اور پھیلیں اور بالآخر ۱۹۱۸ — ۱۹۳۸ کے دوران وقوع پذیر ہونے والے ہولناک اور المناک واقعات پر منتج ہوئیں جنھوں نے تقریباً نصف صدی تک ترکی سے اسلام اور عثمانی تاریخ کے ایک ایک اثر کو محو کئے رکھا۔

(جاری ہے)

© rasailojaraid.com